U64659 Date. 23-12-49.

Title - TAQREER DOCTOR AHMAD MUKTAR ANSARI BAMAUQA ALL INDIA MUSLIM LEAGUE IJLAS YAAZ DEHEM DELHI BATAREEKH 10 DECEMBER 1918

Creator - Ahmad Mukhtar Ansari.

Publisher - Matabeq National Printing works (Delhi)

Date - 1918

Pages - 32

Subjects - Hindustani Musalman; Muslim League.

آل انڈیا مسلم لیگ

اجلاس یازدہم

دہلی

تقریر

ڈاکٹر احمد مختار انصاری

صدر جماعت استقبالیہ

۳۰- دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ممبران لیگ و حاضرین!

یہ خدمت میرے سپرد کی گئی ہے کہ میں مسلمانانِ دہلی کی جانب سے آپ حضرات کا خیر مقدم کروں۔ آپ آج اس قدیم شہر میں تشریف لائے ہیں جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے عروج و اقبال کا مرکز اور اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ اور جس نے ہمارے جاہ و جلال کے آخری مناظر بھی دیکھے ہیں!

تمام اقطاع ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ اجتماع جو آج ہم اس جگہ دیکھ رہے ہیں۔ دلوں میں اُن جگمگاتی ہوئی محفلوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے جو اسلامی حکومت کے سرسبز دور میں اس سرزمین پر برپا ہوئی ہوں گی۔ یہی وہ شہر ہے جس میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، سلطان نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ باقی باللہ، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) جیسے اولیاء اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، مولانا شاہ فخر الدین۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم جیسے نامور عالم و فقیہ پیدا ہوئے۔ جنھوں نے اسلامی فقہ، فلسفہ اور علوم مذہبی کی پُرنور شعاعوں سے نہ صرف ہندوستان کی تمام اطراف کو بلکہ ہندوستان کی جغرافی حدود کے باہر سمرقند و بخارا، ایران، بغداد اور مکے اور مدینے تک کو منور کر دیا۔ اسی دہلی میں ہندوستان کی وہ دل آویز اور لطیف زبان پیدا ہوئی جو درحقیقت ایک طرف تو عربی، فارسی اور ترکی کے

لطیف ترین اجزا اور دوسری طرف سنسکرت و پراکرت کے بیش قیمت عناصر کا
ایک عدیم المثال مرکب ہے۔ یہ وہی زبان ہے جو کبھی بادشاہ کے لشکریوں کی گود
پیدا ہوئی تھی۔ اور آخر ترقی کرتے کرتے لال قلعہ کی اردوئے معلیٰ کہلائی، تا آنکہ
آج ملک کی مسلمہ علمی، تمدنی اور سیاسی زبان سمجھی جاتی ہے۔ یہی خاک تھی
جس نے ایرانی اور ہندوستانی علم و صنعت کے بہترین عناصر یکجا کر کے
امیر خسرو جیسے دماغ، اور اسد اللہ خان جیسے فلسفی شاعر پیدا کیے۔ دہلی کی
جامع مسجد، لال قلعہ کا دیوان عام اور دیوان خاص اُس دور کی یادگار ہیں جب
دلّی شاہجہان آباد کہلاتی تھی۔ یہ عمارتیں فن تعمیر کے ماہرین کی نظر میں اسقدر
عالی مرتبہ رکھتی ہیں جسقدر بلند کہ مسجد قوۃ الاسلام کا وہ مینار ہے جو مسجد
مذکور کے نام کے ساتھ ایک نسبت معنوی رکھتا ہے۔ اور عرف عام میں قطب مینار
پکارا جاتا ہے۔ اگر مجھے شاعرانہ تخیل کا طعنہ نہ دیا جائے تو میں کہوں کہ آج
ہمارے سامنے قطب الدین ایبک کا یہ مینار درحقیقت ایمان و اعتقاد کی
اُس ناقابل تسخیر طاقت اور اُس قوتِ اسلامی کا مُظہر ہے جو عہد ماضی کے
کام کرنے والوں کا تمغۂ امتیاز تھی۔ سرزمین ہند کی تاریخ میں اسلام کے
جو نشانات نظر آتے ہیں اُنکو زمانے کا ہاتھ آجتک نہیں مٹا سکا اور نہ گزرنے
والی صدیوں کا گرد و غبار ابھی تک ہمارے آبا و اجداد کے نقوش قدم کو نظر سے
پوشیدہ کر سکا ہے۔

حضرات! میں اس تمدن اسلامی کے مولد اور اس عبرت آموز شہر میں
جس کا چپہ چپہ اسلامی روایات سے معمور ہے۔ آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

یادِ رفتگاں

گزشتہ اجتماع کلکتہ کے بعد سے آجتک اس قلیل عرصہ میں ہماری قوم کے چند قابلِ فخر رہنما، اور سچے اور پُرجوش کام کرنے والے ہم سے ہمیشہ کے لیئے رخصت ہوگئے۔ تاریخ ہند کے اس دَورِ انقلاب میں نواب حاجی محمد اسحٰق خانصاحب کی بے وقت وفات نے ہمیں نہ صرف ایک سچے وطن پرست سے جدا کر دیا۔ بلکہ ہم ایک ایسی حق کوش شخصیت سے محروم ہوگئے۔ جو مسلمانانِ ہندوستان کی حق طلبی کا بہت بڑا سہارا تھی۔ نواب صاحب مرحوم وہ جرأت مردانہ رکھتے تھے جو نازک سے نازک وقت میں بھی متاثر نہ ہوتی تھی اور اس پُرمشکل سے مشکل صورتِ حالات میں بھی پورا بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔

مرحوم خان بہادر جسٹس میاں محمد شاہ دین۔ ہماری جماعت میں ایک ایسی جگہ خالی کر گئے جس کا پُر کرنا بہت ہی مشکل ہوگا۔ بحیثیت ایک بلند پایہ مقنن اور عالم ہونے کے ہماری قوم میں وہ نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ ہمیں شیخ ولایت علی قدوائی وکیل بارہ بنکی کی قبل از وقت وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ مرحوم عین عالم شباب میں جبکہ اُن کی زندگی کا ایک نہایت مفید علمی دَور شروع ہو چکا تھا۔ اپنی قوم کو داغ مفارقت دے گئے +

مزاح اور مذاق کے رنگ میں لکھنے والا "بمبوق" آپ ہی اپنی مثال تھا کامریڈ اور نیو ایرا کے صفحات میں اُن کی رنگینیاں ایک خاص قسم کی پختہ ادبی شان رکھتی تھیں۔ جو اہل ذوق کے لیئے اس شعبہ ادب میں ایک قابل تقلید معیار ہے مرحوم کے یہ جواہر ریزے ہمارے دلوں میں انکی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھیں گے ہماری محرومیوں کی انتہا یہیں تک نہیں ہے۔ بلکہ ابھی ان صدمات نے سر اٹھانے کی مہلت نہ دی تھی کہ ہم کو یکایک اُس خاموش کام کرنے والے اور

اُس نکتہ رس فلسفی کا ماتم کرنا پڑا جسکو خدا نے ایک عالمانہ دماغ عطا فرمایا تھا۔ ایسا دماغ جیسا کہ بہت کم لوگ دنیا میں لیکر آتے ہیں؛ حضرات! ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری کی سادگی۔ اور منکسر المزاجی، اور پھر اسکے ساتھ اُنکا تبحر علمی لوگوں کو اسلامی عہد رفتہ کے علماء و حکماء کی یاد دلاتا تھا۔ مجوزہ مسلم یونیورسٹی جب کبھی عالم وجود میں آئے گی تو اُسکے اندر مرحوم کے دماغ اور قلم کے نقوش ہمیشہ صاف نظر آتے رہیں گے۔ اسیطرح مجوزہ سلطانیہ کالج بھی اُنکے خداداد تخیل کا ایک ثمر نورس ہے۔ افسوس ہے کہ عملی صورت میں وہ بھی مرحوم کی قابلیتوں سے محروم رہے گا۔ اور ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی تحریک کا سرمایہ اس تحریک کے بہترین علم بردار کے رخصت ہوجانے سے کچھ اور بھی کم ہوجائے گا۔ ڈاکٹر بجنوری مرحوم اُردو زبان کے نہایت سرگرم اور دلسوز معاون تھے۔ اور اب جبکہ اُن کی زندگی کا ایک شاندار مستقبل قریب آرہا تھا ہمیں خبر نہ تھی کہ وہ ہم سے رخصت ہونے والے ہیں مرحوم دیوان غالب کی ایک جدید اشاعت کے لئے جسکا اہتمام انجمن ترقی اردو کر رہی ہے۔ ایک عالمانہ مقدمہ لکھ رہے تھے۔ جو اب ہمارے لیئے اُن کی ایک عزیز ترین یادگار ہے۔ خداوند عالم اِن تمام بچھڑے ہوئے بزرگوں، دوستوں، اور عزیزوں کو راحت ابدی عطا فرمائے۔ آمین،،

اسلام کی دنیوی حاجت

حضرات! ہم آج ایک نہایت نازک زمانے میں اس جگہ جمع ہوئے ہیں وہ جنگ عظیم جس میں مشرق و مغرب کی قومیں مبتلا تھیں، اور جدال و قتال کی

وہ گرمی بازار ختم ہوگئی - لیکن باوجودیکہ جنگ تو ختم ہوئی مگر ہمارے تردد
کی ابھی ابتدا ہے - کیسے کیسے اہم معاملات کا فیصلہ ہونے والا ہے اور یہ کہنا
بیجا نہ ہوگا کہ مجلس صلح کے آخری فیصلے کم از کم ایک طویل مدت کے لیے طے کرینگے
کہ حیات انسانی کی تاریخ کیونکر لکھی جائے - یوں تو ہر قوم کے لیئے ہر لمحہ جو گزر رہا
ہے نہایت تردد انگیز ہے لیکن مسلمانوں کے لیے یہ زمانہ خاص طور پر تشویش
پیدا کرنے والا ہے - ان کی تیرہ سو برس سے زیادہ کی تاریخ میں جو مدوجزر سے
خالی نہیں مسلمانوں کو یہ حالت کبھی پہلے پیش نہ آئی تھی جو آج نظر کے سامنے ہے

برادرانِ اسلام! برطانوی حکومت نے ہمیشہ اپنے تمام بین الاقوامی
معاملات اور تعلقات میں دنیا پر اپنے اس حق کو بارہا جتایا ہے اور مطالبہ کیا
ہے کہ چونکہ شاہ انگلستان مسلمانانِ عالم کی سب سے بڑی تعداد پر حکومت کرتا ہے
اسلیئے برطانوی سلطنت خاص طور پر توجہ کی مستحق ہے - لیکن یاد رکھنا چاہیئے
کہ ہر حق کے ساتھ کچھ فرائض بھی ہوتے ہیں جنکو کوئی حکومت نظر انداز
کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی - اب وقت آگیا ہے کہ ملک معظم کی مسلمان رعایا
اس امر کا مطالبہ کرے کہ شاہی وزراء جن کے ہاتھ میں سلطنت برطانیہ کی قسمت
کی باگ ہے اپنے اُس فرض کو ادا کریں جو مسلمانانِ ہند کے متعلق اُن پر عائد
ہوتا ہے - ہم سب جانتے ہیں کہ اُنیسویں صدی کے نصف آخری میں اور
آج تک اسلام کی دنیاوی طاقت کو کسقدر صدمہ پہنچا ہے - ہماری ہر آنے
والی نسل نے اپنی آنکھوں سے قصرِ اسلامی کی دیواروں کو گرتے دیکھا ہے اس
تباہی کے مختلف وجوہ بتائے گئے ہیں - اور طفل تسلی کے لیئے توجیہات کی کچھ
کمی نہیں ہے - ملک گیری کی تجاویز پر پردہ ڈالنے کے لیئے کیسے کیسے پرفلک
سیاسی اصول اختراع کیئے جاتے ہیں - اور اسلامی سلطنتوں کے خلاف جو نمازگری

اور قزاقی کیجاتی ہو اُسکے جواز کے لئے کیسے کیسے دستور العمل اور ضابطے بنائے جاتے ہیں۔ اور دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ وہ دستور العمل سرتاسر ہمدردی بنی نوع انسان پر مبنی و متفرع ہیں۔ ایک ناواقف اور سادہ لوح دنیا کو بار بار سفید آدمیوں کی اُن ذمہ داریوں کے وعظ سنائے جاتے ہیں جو بقول اُنکے کالی قوموں کے متعلق گوری چمڑی والوں پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان بظاہر سادہ اور بے لوث اصولوں کے چہرے سے نقاب اُٹھتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی سلطنتوں کے جانگداز اور روح فرسا مصائب کا اصلی باعث یا تو وہ نفرت ہوتی ہے جو مسلمانوں کے خلاف دلوں میں موجود ہے۔ اور یا یورپ کے وزارتخانوں کی ہوسناکی اور طمع ہی عالم اسلامی کے مصائب و آلام کا منبع ہے۔ اسلامی سلطنتوں کا وہ غیر منقطع سلسلہ جو کبھی بحر اوقیانوس کے سواحل سے سلطنت چین کی حدود تک پھیلا ہوا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اب محض برائے نام باقی رہ گیا ہے۔ یورپ میں بحر اسود کے شمالی ساحل، بلاچیا، رومیلیا، یونان اور مقدونیہ بھی یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ افریقہ میں مراقش، الجزائر، تونس، طرابلس اور مصر اسی طرح قفقاز اور وسط ایشیا کی اسلامی ریاستیں ختم ہوگئیں۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں روس اور برطانیہ کے درمیان ایران کے "قیام دوام اور آزادی" کے متعلق جو معاہدہ ہوا اُسکے بعد اب ذرا دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ "قیام دوام اور آزادی" ایک سیاسی مذاق سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

افریقہ اور عرب کے رہنے والے غریب بدوی بھی پھسلائے جا رہے ہیں کہ وہ اپنی صحرائی زندگی کو ترک کرکے یورپ کے طرب انگیز قہوہ خانوں کی عشوہ فروش رقاصہ پر اپنی بدویت نثار کردیں! آج ہم دیکھ رہے ہیں

کہ ٹرکی ہی جس نے صدیوں تک اسلام کی عزت کے لیے تلوار چلائی ہے اس خطرہ میں مبتلا ہی۔ اور عجب نہیں کہ اسکو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے تقسیم کردیا جائے عالم اسلامی کے لیے یہ نہایت تشویشناک وقت ہی +

خلافة

تاریخ کا یہ مسلمہ واقعہ ہے کہ سنہ ۹۱۸ ہجری (سنہ ۱۵۱۸ء) میں آل عباس کے آخری خلیفہ محمد عباسی نے جو مصر میں تھے جمہور اسلام کی رضامندی اور اجازت سے منصب خلافت اور عالم اسلامی کی روحانی حکومت کو سلطنت عثمانیہ کے حکمران سلطان سلیم اعظم کی طرف منتقل کردیا۔ اس منصب جلیلہ کے نشانات یعنی رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار، علَم اور جُبّہ مبارک بھی خاندان عثمان کے پہلے خلیفۃ المسلمین کے سپرد کردیئے گئے۔ اور وہ ان تبرکات کو اسلامبول لے آئے۔ ساتھ ہی محمد عباسی نے خود بھی وہیں اقامت اختیار کرلی۔ اُس دن سے سلطنت عثمانیہ کا تاجدار، خلیفۃ المسلمین، سلطان الاسلام، اور خادم الحرمین الشریفین کے مفتخر خطابات سے یاد کیا جانے لگا۔ اور اُسی دن سے آجتک دنیا کے تمام مسلمان شاہان آل عثمان کو اپنا روحانی امام اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین مانتے رہے ہیں۔ نہ صرف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حرم محترم بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں اسلام کا نام لیا جاتا ہے، ہر جمعہ کو اور عیدین کے خطبوں میں اُنکے جاہ و اقبال اور اُن کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں +

خود برکات شریف مکہ نے جب اُنکے پاس سلطان سلیم کا فرمان پہنچا تو بلا چون وچرا عثمانی خلافت کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ اور حکم جاری دیدیا کہ دعاؤں میں بھی ترکی سلطان کا نام بحیثیت خلیفۃ المسلمین شامل کیا جائے۔

اُسدن سے آج تک کسی شریف مکہ نے کبھی شاہان روم کے اقتدار کے متعلق انحراف نہیں کیا۔ خود شریف حسین، سلطان المعظم کو مسلمانوں کا جائز خلیفہ اور خادم حرمین الشریفین تسلیم، اور اپنی اطاعۃ کا اعتراف کرتا رہا۔ اور وہ عرصہ تک سلطان ٹرکی کی روحانی سیادت سے روگرداں نہو سکا۔ لیکن اسنے جنگ یورپ کے دوران میں اپنے موہوم ذاتی مفاد اور ناجائز نفسانی خواہشات کی وجہ سے خلیفۃ الاسلام کے خلاف جن کی خلافت کا وہ خود اور تمام عالم اسلامی اقرار کر چکا تھا علم بغاوت بلند کیا۔ اس بغاوت میں نہ صرف اخلاقی قوانین کی توہین کی گئی بلکہ اسلامی عقیدے اور مذہبی تعلیم کی رو سے خدا اور رسولؐ کے صاف وصریح احکام کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا گیا۔ قرآن مجید کا صاف اور بین حکم یہ ہی کہ:۔

فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۔ (حجرات رکوع ۱)

ترجمہ "اگر ایک جماعت دوسری (با قتدار جماعت) سے بغاوت کرے تو باغی سے لڑو۔ یہانتک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے"۔

اور خود حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

سَیَکُوْنُ هَنَاتٌ وَّهَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِیَ جَمِیْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّیْفِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

ترجمہ "میرے بعد طرح طرح کے فسادات پیدا ہوں گے۔ اسوقت جو شخص اس امت کی متفقہ طاقت کو منتشر کرنیکا ارادہ کرے اُسے تلوار سے مار دو خواہ وہ کوئی بھی ہو"۔

علمائے اسلام نے اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

اِذْ فَعُوْا مَنْ خَرَجَ عَلَى الْاِمَامِ بِالسَّیْفِ وَاِنْ كَانَ اَشْرَفَ

وَاَعْلَمُ وَتَرَوْنَ اَنَّهٗ اَحَقُّ اَوْلٰی + (مرقاۃ)

ترجمہ "جو شخص امام کے خلاف بغاوت کرے اُسکی گردن ماردو اگرچہ وہ امام تمسے اشرف و افضل ہی کیوں نہو اور اگرچہ تم بھی اسے زیادہ مستحق و افضل خیال کرتے ہو"

اور حضورؐ نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ :-

اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْهُمَا + (صحیح مسلم)

ترجمہ "اگر دو خلیفہ بیعت مانگیں تو اُس مدعی کو قتل کردو جس نے بعد کو دعوے کیا ہو"

یہ وہ صاف و صریح احکام ہیں جن میں شک و شبہ کی گنجایش نہیں پس مذہبی احکام کی بنا پر شریف مکہ کی بغاوت قانون آسمانی کی صریح خلاف ورزی ہے اور قطعاً حرام ہے +

مقامات مقدسہ

خلیفہ اسلام کا پہلا اور اہم ترین فرض مقامات مقدسہ کی حفاظت ہے۔ حفاظت کا صحیح اور اصلی مفہوم سوائے اسکے کچھ نہیں ہو سکتا کہ مقامات مقدسہ پر سلطان کا قبضہ کامل اور ناقابل انکار ہو۔ اور وہ مقامات ہر طرح غیر مسلموں کی مداخلت سے محفوظ و مامون ہوں +

اس حقیقت کو نظر انداز کرنا چاہیئے کہ زمانہ کی ہر زندگی کی ضروریات اسی کے لیے مخصوص ہوتی ہیں اور جب زمانہ بدلتا ہے تو اُسکے ساتھ اُسکی ضروریات بھی بدلتی ہیں۔ دور حاضر کا کوئی حکمران اس عظیم الشان مذہبی فرض کو ادا نہیں کر سکتا تاوقتیکہ تمدن موجودہ کے لوازمات اُسکو میسر نہوں۔ سب سے پہلے تو فوجی ضروری

کہ جس قوم کے مقامات مقدسہ کی حفاظت اُسکے ذمہ ہو اُس تمام قوم کی ہمدردی اور اعانت اُسکو حاصل ہو۔ ساتھ ہی اسکی سلطنت کے قدرتی اور اقتصادی ذرائع وافر ہوں۔ تاکہ وہ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیئے اُنکو استعمال کر سکے۔ نیز اُسکے وزراء اور مشیران سلطنت علوم و فنون مروجہ کے ماہر بھی ہوں اور سیاست و تدبر جدیدہ کے متعلق وسیع تجربہ رکھتے ہوں۔ علاوہ بریں اُس حکمران کے پاس جدید آلاتِ حرب بھی کافی تعداد میں ہوں گزشتہ چارسو سال کے اندر مسلمانانِ عالم کی رائے میں کسی بادشاہ نے سلاطین عثمانیہ سے بہتر مندرجہ بالا شرائط کو پورا نہیں کیا۔ تمام دنیائے اسلام کا غیر متزلزل عقیدہ اور اُن کا قول فیصل ہے کہ سلطان سلیم کے زمانہ سے آج تک آلِ عثمان نے مقامات مقدسہ کے متعلق اپنے فرائض کو بوجوہ احسن ادا کیا ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ حضور سلطان **وحید الدین محمد سادس** کے سوا اس وقت کوئی مسلمان نہیں ہے جو جائز اور سچا **امیر المؤمنین** اور **خلیفۃ الرسول** ہو یا ہو سکے۔ نہ اُن سے بہتر کوئی ایسا حکمران ہے جو **حرمین الشریفین** اور دیگر مقامات مقدسہ کی حفاظت اور غیر مسلم حکومتوں کی اندرونی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

مسلمانوں کے اِس دعوے کی صحت کا کہ اُنکے سوا کوئی بھی اس معاملہ کا تصفیہ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ خود برطانوی گورنمنٹ کی طرف سے اعتراف کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ ۲۹۔ نومبر ۱۹۱۶ء کو لارڈ رابرٹ سیسل نے دیوان عام میں مسٹر کنگ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے جو صاف و صریح الفاظ استعمال کیئے۔ وہ حسب ذیل اقتباس سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں:۔

مسٹر کنگ نے سکرٹری آف اسٹیٹ محکمہ خارجیہ سے سوال کیا

کہ کیا ابتدائے جنگ سے اس وقت تک کبھی روس نے اس تجویز
کے متعلق کہ آئندہ سلطان ٹرکی کی خلافت کو نہ مانا جائے انگلستان
کو کوئی تحریر بھیجی تھی۔ اور اگر ایسا ہوا تھا تو اس ملک کی جانب سے
کیا طرز عمل اختیار کیا گیا تھا۔ اور یہ کہ کیا سکرٹری دفتر خارجیہ
اس امر کا صاف اعلان کردینگے کہ خلافت کے سوال کا فیصلہ صرف
مسلمان ہی کر سکتے ہیں۔

لارڈ رابرٹ سیسل نے جواب دیا کہ:۔

اس سوال کے پہلے حصہ کا جواب اثبات میں ہے۔ لیکن ہز مجسٹی
کی گورنمنٹ کبھی اس رائے سے منحرف نہیں ہوئی کہ خلافت کا
سوال ایسا سوال ہے جسکا تصفیہ صرف مسلمان ہی اپنی رائے
سے کر سکتے ہیں"۔

(روئداد کارروائی دارالعوام جلد ۹۲ صفحہ ۲۱۹)

برطانوی حکومت کے اس اعلان کو پیش نظر رکھکر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ
حکومت کے فیصلہ پر عمل کیا جائے اور یہ فیصلہ اُس قبر میں دفن نہ کردیا جائے
جس میں ہماری بہت سی ناکام امیدیں اور حکومت کے بہت سے ٹوٹے ہوئے
عہد مدفون ہیں

جزیرۃ العرب

سوال کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے اماکن مقدسہ کیا ہیں؟ قرآن کے
بعد کوئی مسلمان اپنے دعوے کی جو سب سے بڑی دلیل لا سکتا ہے وہ حدیث
ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ (بخاری و مسلم)

ترجمہ "جزیرۂ عرب سے مشرکین کو نکال دو"۔

اسی حدیث کو حضرت ابن عباسؓ اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:-

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصٰی بِثَلٰثَۃٍ

اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ (بخاری و مسلم)

ترجمہ "پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ ان تین باتوں میں سے ایک یہ ہو کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا"۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جزیرۃ العرب کی تعریف کیا ہے۔ علمائے اسلام کے اقوال اور لغت عرب سے زیادہ قابل وثوق کوئی تشریح نہیں ہو سکتی قاموس میں لکھا ہو کہ:-

جَزِیْرَۃُ الْعَرَبِ مَا اَحَاطَ بِہٖ بَحْرُ الْہِنْدِ وَبَحْرُ الشَّامِ ثُمَّ دِجْلَۃُ وَالْفُرَاتُ۔

ترجمہ "وہ حصہ زمین جسکے چاروں طرف بحر ہند، بحر شام اور فرات و دجلہ ہے"۔

لسان العرب میں اس اصطلاح کی اس طرح تشریح کی گئی ہے:-

جَزِیْرَۃُ الْعَرَبِ مَا بَیْنَ عَدَنِ اَبْیَنَ اِلٰی اَطْوَارِ الشَّامِ فِی الطُّوْلِ وَاَمَّا فِی الْعَرْضِ فَمِنْ جَدَّۃٍ وَمَا وَالَاھَا مِنْ شَاطِئِ الْبَحْرِ اِلٰی رِیْفِ الْعِرَاقِ۔

ترجمہ "جزیرۃ العرب طول میں عدن سے شام کے پہاڑوں تک اور عرض میں جدہ اور ساحل سمندر سے عراق کی زراعتی زمین تک ہی"۔

پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ مرقوم ہے کہ:-

کُلُّ ھٰذِہِ الْمَوَاضِعِ اِنَّمَا سُمِّیَتْ جَزِیْرَۃً لِاَنَّ بَحْرَ فَارِسَ

وَبَحْرَ الحَبَشِ وَدِجْلَةُ وَالْفُرَاتَ قَدْ اَحَاطَ بِهَا ؂

ترجمہ "یہ تمام زمینیں جزیرۃ العرب اسلیئے کہلاتی ہیں کہ بحر فارس بحر حبش اور دجلہ وفرات انکو گھیرے ہوئے ہیں"۔

یہ حکم کہ غیر مسلم جزیرۃ العرب کے ایک چپہ پر بھی حکومت نہ کر سکے، اس لیئے صادر ہوا تھا کہ دنیا کے اس حصے میں وہ متبرک شہر ودیار آباد ہیں جن کو ہمارے مذہب، ہماری تاریخ، اور ہماری روایات نے پاک و محترم بنا دیا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے کہ اسمیں پیغمبر، امام اور اسلام کے بلند پایہ علماء دفن ہیں۔ اور یہی وہ صحرا اور ریگستان ہیں جہاں سے اسلام کے جاہ و اقبال کا وہ سرچشمہ پیدا ہوا تھا۔ جو آجتک خشک نہیں ہوا۔ اور جو مسلمانوں کے عقیدے و ایمان کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک اسیطرح دنیا کو سیراب کرتا رہے گا ؂

مکہ معظمہ

مکہ معظمہ جزیرۃ العرب کی حدود کے اندر واقع ہے۔ اور اس پاک شہر کے اندر بیت اللہ یعنی خدا کا وہ پہلا گھر ہے جسکو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اور جسکو خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ تعمیر فرمایا اور جس کی طرف تمام دنیا کے مسلمان دن میں پانچ دفعہ جبین نیاز جھکاتے ہیں۔ یہی حضور اکرمؐ کا مولد ہے اور یہی وہ مقام ہے جسکو مخاطب کر کے رسول کریم صلعم نے ایک دفعہ فرمایا :-

"اے مکہ کی زمین! خدا کی تمام زمین کے مقابلہ میں مجھے تیرے ساتھ زیادہ محبت ہے۔ اگر میری قوم مجھے تیرے اندر سے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا"۔

مکہ معظمہ کے ہر چہار طرف منیٰ اور عرفات جیسے متبرک مقامات ہیں جنکی زیارت حج کے لوازمات میں شامل ہے۔ پس ہر مسلمان پر اس ارض پاک کے

ایک ایک چپے کا احترام فرض ہے۔ جہاں غایت احترام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ سے اس وقت تک نہ شکار کیا جا سکتا ہے۔ نہ درخت کاٹا جا سکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا (عنکبوت رکوع ۱۲)

ترجمہ "کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے مکے کو امن والا حرم بنا دیا"۔

مدینہ

یثرب جہاں سرور کائنات نے اپنا مول چھوڑ کر ہجرت کا زمانہ گزارا۔ اسی نسبت سے مدينة النبي یعنی نبی کا شہر کہلاتا ہے۔ خدا نے اسکو طیبہ یا طابہ کا لقب عطا فرمایا۔ چنانچہ رسول مقبول ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

إِنَّ اللّٰهَ سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ ، (مسلم)

ترجمہ "خدا نے اس شہر کا نام طابہ (پاک شہر) رکھ دیا ہے"۔

خود حضور انور نے مکہ کے بعد مدینہ کو بھی حرم قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ :-

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ الخ (مسلم)

ترجمہ "حضرت ابراہیم نے مکے کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا"۔

اسی مقام مقدس کی نسبت حضور نے فرمایا کہ :-

مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ سَكَنَ الْمَدِينَةَ وَصَبَرَ عَلَىٰ بَلَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ

اَلحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(مشکوٰۃ عن البیہقی)

ترجمہ " جو شخص قصداً میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرا ہمسایہ ہوگا اور جو مدینہ میں سکونت اختیار کرے اور اسکی سختی پر صبر کرے۔ اسکا میں قیامت میں گواہ اور شفیع ہونگا۔ اور جو حرم مکہ اور حرم مدینہ میں مرجائے۔ وہ قیامت کے روز عذاب سے بے خوف ہوگا۔"

مدینے ہی میں کلام ربانی کا زیادہ حصہ نازل ہوا۔ اور اسی سرزمین پر ہدایات واحکام کا وہ باقاعدہ نظام ترکیبی مدون و مرتب ہوا جو آج تمام عالم اسلامی میں مسلمانوں کی دنیوی اور مذہبی زندگی کے لیے چراغ ہدایت ہے۔ مدینہ کی خاک نہ صرف اس لیئے پاک و مقدس ہے کہ وہاں اسلامی تعلیمات و تجلیات رونما ہوئیں بلکہ اس کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ اسکے اندر سرور کائنات اور فخر موجودات کا جسد اطہر مدفون ہے +

پس چونکہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ مبارک متبرک ہے۔ اسلیئے دونوں کو بحیثیت مجموعی حرمین الشریفین کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان مقامات کی عظمت و حرمت کو برقرار رکھنے کے لیے خود قرآن کریم صاف صریح الفاظ میں حکم دیتا ہے کہ :-

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا

ترجمہ " مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ ان کو اس سال کے بعد مسجد الحرام کے پاس نہ آنے دو"۔

یہ نص صریح تشریح اور تفصیل کی محتاج نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر مسلم کے لیئے ان شہروں میں داخل ہونا قطعاً ممنوع ہے۔

بیت المقدس اور فلسطین

بیت المقدس بھی مسلمانوں کی نظر میں کچھ کم قابل احترام نہیں ہے یہ وہ شہر ہے جس کی طرف نہ صرف تمام انبیائے بنی اسرائیل نے بلکہ خود رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے چودہ برس تک نماز پڑھی ہے کعبہ کے بعد مسجد اقصیٰ خدا کا پہلا مکان ہے۔ معراج کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (بنی اسرائیل ع ا)

ترجمہ "پاک ہو وہ خدا جو اپنے بندے (محمد صلعم) کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جسکے اطراف میں ہم نے اپنی برکت نازل فرمائی ہے"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتا اتارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ:-

اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (طٰہٰ رکوع ا)

ترجمہ "(اے موسیٰ) تم طوے میں ہو جو ایک مقدس وادی ہے"

جس طرح کہ پریذیڈنٹ ولسن امریکہ کے سرخ رنگ والے ابتدائی باشندوں کے کسی گم شدہ قبیلے کے سردار کو ریاستہائے متحدہ کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کرینگے۔ جس طرح نوآبادیوں کے گورے حکمران، وہاں کے قدیم باشندوں کی خاطر عنان حکومت نہیں چھوڑ سکتے۔ یا جس طرح کہ خود ہم ہندوستان میں بھیل و گونڈ کی سلطنت کے دوبارہ قیام کی مخالفت کرینگے۔ ٹھیک اسی طرح فلسطین بھی یہودیوں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ جن کا اس سرزمین پر اگر کوئی حق ہے تو صرف یہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش سے صدیوں پہلے سنا جاتا ہے کہ

گم کردہ راہ بنی اسرائیل کے آبا و اجداد کبھی وہاں آباد تھے۔ مجاہدِ اعظم سلطانِ صلاح الدین ایوبی کی فتوحات اسلئے نہیں ہوئی تھیں۔ اور ایامِ جنگِ صلیبی میں لاکھوں مجاہدینِ اسلام کا خون اس لیئے نہیں بہا تھا کہ یہ ملک اب ایک ایسی قوم کو دیدیا جائے جو اسکے متعلق اپنا ایک بھی قابلِ سماعت حق پیش نہیں کر سکتی خود عیسائی اور یہودی معترف ہیں کہ فلسطین کے مسلمان حاکموں نے نہایت بے تعصبی کے ساتھ یہود و نصاریٰ سے اُنکے مذہبی فرائض کی ادائگی میں کبھی مزاحمت نہیں کی یہ دیکھکر کہ اس معاملہ میں خود حکومتِ برطانیہ کا رویہ اُنکی خواہشات اور جذبات کے بالکل خلاف ہے مسلمانانِ ہند کو بے حد صدمہ ہوا ہے"۔

غالباً پارلیمنٹ میں ۱۹ر نومبر ۱۷ء کو جو سوال و جواب ہوئے تھے اُن کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔

مسٹر کنگ نے وزیرِ خارجیہ سے سوال کیا کہ کیا گورنمنٹ نے اپنے اس مقصد کی اطلاع دوسرے حلیفوں کو اور خصوصاً فرانس، روس و اٹلی اور دیگر متحدہ سلطنتوں کو بھی دی ہے یا نہیں۔ کہ یہودی قوم کے فلسطین میں آباد ہونے کا انصرام کیا جائے اور کیا یہ مقصد اتحادیوں کے مقاصدِ جنگ میں شامل ہے۔ یا صرف ایک برطانوی مقصدِ جنگ ہے کہ یہودی قوم کو ارضِ مقدس میں آباد کیا جائے ؟

مسٹر بالفور نے جواب دیا کہ اتحادیوں کو سرکاری طور پر کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے لیکن ہز مجسٹی کی گورنمنٹ یقین کرتی ہے کہ جس اعلان کا حوالہ دیا گیا ہے اُسکو وہ بھی پسند کرینگے۔ ہز مجسٹی کی گورنمنٹ اُمید کرتی ہے کہ اس جنگ کا نتیجہ ضرور نکلیگا کہ فلسطین میں یہودیوں کی ایک قومی آبادی قائم ہو جائے

(روداد کارروائی دار العوام جلد ۹۹ صفحہ ۸۵۳)

مجلسِ وزارکا یہ فیصلہ ہندوستان میں ریوٹر اور سرکاری سنسر کے ذریعے حسبِ ذیل اضافہ کے ساتھ ہم لوگوں تک پہنچا۔

"ہز مجسٹی کی گورنمنٹ) اس مقصد کے حصول کو آسان بنانے کے لئے پوری کوشش کرے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی بات ایسی نہ کی جائیگی جو فلسطین کی غیر یہودی اقوام کے شہری اور مذہبی حقوق کے لئے مضر ہو یا کسی دوسرے ملک میں یہودیوں کے حقوق اور سیاسی حالت کے خلاف ہو"

نجف اشرف

نجف کے لئے یہ سعادت کچھ کم نہیں ہے کہ اسکی آغوش میں شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سرورِ کائنات کے داماد اور خلیفۂ اسلام مدفون ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ طریقۂ صوفیہ کے تمام سلسلوں کے روحانی سردار ہیں اور شیر خدا کا مزارِ مبارک کروڑوں مسلمانوں کی زیارتگاہ ہے۔

کربلائے معلی

کربلائے معلی میں اسلام کے اس پہلے مجاہد، غازی اور شہید کا جسدِ خاکی دفن ہے جس نے باطل کے خلاف حق کی حمایت میں اپنی جان دیکر دنیائے اسلام کے سامنے حق کوشی اور حق پرستی کی پہلی اور سب سے زیادہ شاندار مثال پیش کی۔ لاکھوں مسلمان سید الشہدا اور سبط پیغمبر کی درگاہ پر ہر سال جاتے ہیں۔ اور سرِ عقیدت جھکاتے ہیں۔

بغداد شریف

صوفیہ کے سلسلۂ قادریہ کا مرکز بغداد شریف ہے جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربت زیارتگاہ عام ہے۔ حضرت معروف کرخی، ابن جوزی، امام غزالی اور اسلام کے سب سے بڑے فقیہ و عالم حضرت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے مزارات لاکھوں مسلمانوں کے عقیدت مند دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

ملک معظم کا اعلان

ٹرکی اور سلطنت برطانیہ کے درمیان اعلان جنگ کے ہوتے ہی غالباً مسلمانان ہندوستان کے جذبات کا اندازہ کر کے ملک معظم کی گورنمنٹ نے خود اور منجانب فرانس و روس یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانوں کو مقامات مقدسہ کے متعلق اطمینان دلایا جائے چنانچہ ۲ نومبر ۱۴ء کو حسب ذیل اعلان سرکاری طور پر شائع کیا گیا۔

"چونکہ برطانیہ عظمیٰ اور ٹرکی کے درمیان جنگ شروع ہوگئی ہے جو برطانیہ افسوس کرتا ہے کہ عثمانی گورنمنٹ کی بوجہ نامناسب و بالقصد کارروائی سے شروع ہوئی ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کیجانب سے ہز ایکسیلنسی وایسرائے کو مقامات مقدسہ واقعہ عرب نیز عراق عرب کی درگاہوں اور بندرگاہ جدہ کے متعلق حسب ذیل عام اعلان کی اجازت دیگئی ہے تاکہ ہز مجسٹی کی نہایت وفادار مسلمان رعایا کو ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کے اس طرز عمل کی متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہو جو کہ اسنے اس جنگ میں جسمیں کوئی مذہبی سوال پیدا نہیں ہوتا اختیار کیا ہے۔ یہ مقامات مقدسہ و بندرگاہ جدہ برطانوی بحری اور بری افواج کی مداخلت اور حملہ سے اسوقت تک محفوظ رکھے جائینگے جبتک کہ ہندوستان کے زائرین کیساتھ کوئی مزاحمت

نہ کیجائیگی جو مقامات مقدسہ اور زیر بحث درگاہوں میں جانا چاہیں برطانوی گورنمنٹ
کی درخواست پر فرانس اور روس نے بھی اسی طرح یقین دلایا ہے۔"

حضرات! ان واقعات کو آپکے سامنے پیش کر کے میں چاہتا ہوں کہ آپ خود اس امر کا
فیصلہ کریں کہ اس اعلان پر جسکے الفاظ بظاہر نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ ترتیب دیئے
گئے ہیں کہاں تک عمل کیا گیا ہے۔

اسلامی سلطنتیں

گوکہ مذکورہ بالا مباحث مسلمانوں کیلئے کچھ کم لازمی ضروری نہیں ہیں تاہم ایسے اور بھی چند
مسائل ہیں جنکا وہ قابل اطمینان فیصلہ چاہتے ہیں اسوقت ایک وہ سوال ہماری فوری اور
خاص توجہ کا محتاج ہے جس میں نسل انسانی کے پرامن ارتقا کا راز مخفی ہے اور اگر اس
حقیقت کے اظہار کی ضرورت تھی تو حضرات اس جنگ نے اسکو بخوبی ظاہر کر دیا ہے
کہ موجودہ نظام عالم بے حد غیر استوار ہے۔ یہ جنگ ان اقوام مغربی کی خودغرضانہ
ملک گیری اور قومی ہوس کی پالیسی کا لازمی نتیجہ تھی جنہوں نے اپنے قومی مفاد کو
ہمیشہ دوسری قوموں کی آزادی و حریت پر ترجیح دی۔

بہترین اور منتخب افراد نسل انسانی کی یہ عظیم الشان قربانی بیکار و
بے سود ہوگی اگر ہم اس سبق کو دل سے فراموش کر دیں جو اس نے ہم کو دیا ہے
اور نظام عالم کو از سر نو ان اصولوں پر ترتیب نہ دیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو کوئی
قوم بنی نوع انسان کی کسی دوسرے طبقہ کو آیندہ اپنا غلام نہ بنا سکے گی اور
تمام اقوام عالم کو یکساں موقع ملے گا کہ وہ ان اعلی مقاصد کے حصول میں ممد و معاون
ہوں جو انسان کی آفرینش میں مضمر ہیں ممالک اسلامی کی دردناک تاریخ میں ابھی آپکے سامنے بیان کر چکا ہوں
بحیثیت افراد بنی نوع انسان اور بحیثیت کلمہ گو کے ہم اپنے چالیس کروڑ اسلامی بھائیوں کی قسمت کے فیصلہ سے تعلق

اور بے پرواہ نہیں رہ سکتے۔ ہمیں ان کے مستقبل سے گہری دلچسپی ہے
اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف موجودہ اسلامی سلطنتوں کی آزادی اور قیام و
دوام برقرار رہے بلکہ اُس بے انصافی کی بھی تلافی کی جائے اور جو شمالی
افریقہ کے عربوں اور وسط ایشیا کے ترک و تاتاریوں کے ساتھ کی گئی ہو
اور ان تینوں اقوام کو صحیح معنوں میں اس امر کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنی طرز
حکومت کو اپنی مرضی کے مطابق طے کریں۔

حضرات! میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں اپنی اور آپ صاحبان
کی جانب سے ہندوستان کے مسلمہ اور نڈر رہنما مسٹر گاندھی کا شکریہ ادا کروں
جو اعلان حق سے کبھی خائف نہیں ہوئے اور جنہوں نے اپنے شریفانہ افعال
سے مسلمانوں کے دل میں بھی اسی طرح گھر کر لیا ہے جس طرح کہ ہندو کو وہ
عزیز ہیں۔ ہزایکسیلنسی وائسرائے کے نام ۲۹ اپریل ۱۹۱۸ء کو ممدوح نے
جو خط لکھا تھا وہ اُس طرز عمل کا ایک قابل تقلید نمونہ اور اس رویہ کے ایک
خوشگوار مثال پیش کرتا ہے جو ہندوستان کے قوم پرستوں کو مسلمانوں
کے مذہبی جذبات کے متعلق اختیار کرنا چاہیئے۔

ہندوستان میں اسلام کی حالت

اگر جنگ کے اُن چار سالہ واقعات کو دیکھا جائے جو ابھی ہماری نظر سے گذر
چکے ہیں اور اُس ملک کے مسلمانوں کے اُن تعلقات کو دیکھا جائے جو اس
عرصہ میں اُن کے اور حکومت ہند کے درمیان رہے ہیں تو کوئی شخص
سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہے کہ ان تعلقات کی نوعیت خوشگوار نہیں
اور ان کے اندر مسلمان کے خلاف تعصب شبہات اور بے اعتباری حتیٰ کہ

نفرت کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ حکومت کے اس طرزِ عمل کا سبب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی انگلستان اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ترکوں کے اس اختیارِ تمیزی میں مسلمانانِ ہند کو کیا دخل ہو سکتا تھا؟ بلکہ پورے وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ترکوں پر اگر کچھ تھوڑا سا اثر مسلمانانِ ہند کا تھا تو وہ اثر ان پر بدین غرض استعمال کیا گیا کہ سلطنت ٹرکی جنگ کے متعلق وہ طرزِ عمل اختیار نہ کرے جو اس نے بالآخر اپنی مصلحتوں کی بنا پر جن کا ہمیں کوئی علم نہیں اختیار کیا۔ ساتھ ہی اس ملک کے مسلمانوں نے برطانوی گورنمنٹ کے متعلق بھی اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی چنانچہ انہوں نے برطانوی گورنمنٹ پر زور دیا کہ وہ ترکوں کے ساتھ صلح جوئی اور رواداری کا برتاؤ کرے اور ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کرے جو ترکوں کو دشمنوں کے ساتھ شریک ہونے پر مجبور کر دے۔ ترکوں کے ساتھ ہماری ہمدردیاں اظہر من الشمس ہیں اور یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن باوجود ان ناقابلِ انکار ہمدردیوں اور باوجود اشتعال انگیز واقعات کے ہم اپنے محسوسات کی باگ کھینچے رہے اور سخت سے سخت آزمائشوں میں بھی ہم نے صبر سے کام لیا۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارے لیے وہ پریشانیٔ خاطر اور کرب کافی نہ تھا جس میں قدرتاً ہم اس جنگ کی وجہ سے مبتلا تھے اور ضرورت تھی کہ ہم ہندوستان میں اپنے گھروں کے اندر بھی چین سے نہ بیٹھ سکیں چنانچہ یہاں بھی ہمارے ساتھ اس عرصہ میں وہ برتاؤ کیا گیا جس کو کوئی خوددار قوم برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ ہمارے حکمراں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں تو دورانِ جنگ ہی میں مسلمانانِ ہند یقیناً اس قسم کی آئینی چارہ جوئی شروع کر دیتے جو باوجود جنگ کی مصروفیتوں

کے حکومت کو ہماری آواز پوری توجہ کے ساتھ سننے پر مجبور کر دیتی۔

نظر بندانِ اسلام

محض بے معنی اور بے حقیقت وجود کو ہمارے محترم علماء اور مسلمہ سیاسی لیڈروں کی نظر بندی کا بہانہ بنایا گیا خوش قسمتی سے محکمہ تحقیقات جرائم کی ہمہ گیر توجہات کا جو لوگ نشانہ بنے ہیں وہ بخوبی جان سکتے ہیں کہ اس محکمہ کی خفیہ مشین کس طرح اپنا کام کرتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ کسی دن الف لیلیٰ، طلسم ہوشربا، اور قصہ حاتم طی کے مصنفین اپنی قبروں سے بیتابانہ نکلکر محکمہ تحقیقات جرائم کے نکلک نشین بچوں کے قدموں پر سر نیاز جھکا دیں اور اسطرح انکے جدت طراز تخیل اور نکتہ نواز دماغوں کے سامنے خراج تحسین و آفرین ادا کریں ظاہر ہے کہ ان دروغ بافیوں میں حق و صداقت کی ایک جھلک پیدا کرنیکی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے لہذا اب تو یہ ایک عام رسم پیدا ہو گئی ہے کہ سرکاری کمیشن اور کمیٹیاں مقرر کیجاتی ہیں جو لازمی طور پر محکمہ تحقیقات جرائم کے تمسکات پر توثیق و تصدیق کی مہریں ثبت کر دیں۔

ایک طرف تو ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو حضرت مولانا محمود حسن مولانا ابو الکلام آزاد، مسٹر شوکت علی اور انکے قابل بھائی محمد علی اور بہت سے دوسرے خادمانِ اسلام کی جدائی شکستہ اور بیچین کر رہی ہے اور دوسری طرف بنگال کے دیہات کی مرطوب آب و ہوا میں اس بدقسمت صوبہ کے نوجوانوں کے بہترین دماغی طاقتوں کو برباد کیا جا رہا ہے بنگال کی نئی نسل اور اسکے بہترین نوجوان سونی بستیوں اور ویرانوں میں پا بہ زنجیر ہیں۔

اسلامی اخبارات

حضرات! جسطرح اسلامی اخبارات کو یکے بعد دیگرے تباہ کیا گیا ہے اسکا لازمی نتیجہ ہے کہ آج تمام ہندوستان میں ایک بھی آزاد اسلامی اخبار باقی نہیں ہماری آواز ایک آہنی پنجہ

سے بند کر دیگئی ہی تاکہ وہ عامۃ الناس حکومت اور برطانوی جمہوریت تک نہ پہنچ سکے جب کبھی اس بلا نوش قانون مطابع کے ہاتھ سے کوئی شکار نکل جاتا ہی تو فوراً قانون تحفظ ہند کی مدد کیلئے بروئے کار لایا جاتا ہی دنیا جانتی ہی کہ کسطرح زمیندار، مسلم گزٹ، کامریڈ، ہمدرد، توحید، ترجمان، صداقت، الہلال، البلاغ، نیوایرا اور جمہور جیسے بہت سے اسلامی اخبار ان ہمہ گیر قوانین کی زد میں لائے گئے۔

مسلمانوں کے جلسے

مسلمانوں کی شکایات اور انکی عام رائے کیساتھ جس لاپروائی کا اظہار کیا جاتا ہی اسکی ایک مثال وہ ہے جو اوپر بیان کی گئی اور اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ گذشتہ ستمبر میں کلکتہ کا مجوزہ جلسہ جو بعض اہم مذہبی اور سیاسی معاملات کے متعلق تمام مسلمانان ہند کے خیالات ظاہر کرنے کی غرض سے منعقد ہونے والا تھا جبراً روکا گیا۔ اس جلسہ کے مقاصد نہ صرف قطعاً جائز تھے بلکہ ان کے اندر ایک ایسا سوال بھی پیدا ہوتا تھا جس کا تعلق مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے ہے۔ ان کی یہ خواہش بالکل حق بجانب تھی کہ وہ منجملہ دیگر معاملات کے ان توہین آمیز اور باحیانہ الفاظ کے خلاف بھی جو روضہ پاک سرور کائنات کے متعلق ایک انگریزی اخبار نے شائع کئے تھے اپنی ناراضگی کا اظہار کریں۔

اس جلسہ کی نسبت حکومت بنگال کی کارروائی نہایت غیر منصفانہ اور یک طرفہ ہے اور اس نقصان جان ومال کی ذمہ داری جو حکومت کی کارروائی کی وجہ سے ہوا کلیتاً حکومت ہی کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے۔

حضرات! یہ واقعات اچھی طرح بتاتے ہیں کہ عامۃ الناس کے لیے اپنی شکایات کو ظاہر کرنے کے جو دو خاص اور آسان راستے (یعنی آزاد اخبارات اور عام جلسے) ہیں انکو کس طرح مسدود کر دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کی جداگانہ نیابت

گورمنٹ کے نام نہاد "زاویہ نگاہ" میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے اسکی مزید شہادت اس امر سے حاصل ہوتی ہے کہ مسٹر مانٹیگیو اور لارڈ چیمسفورڈ نے جداگانہ حلقہائے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ان کے اس خاص حق کی مخالفت کی ہے جو زمانہ موجودہ میں ہماری سیاسی تحریکات کا روح رواں ہے۔ ان قیمتی وعدوں پر جو گورمنٹ کر چکی ہے، اس سمجھوتہ پر جو ہمارے اور اہل ہنود کے درمیان ہو چکا ہے، اور خود اپنے قومی مفاد پر نظر کرتے ہوئے ہم حکومت کو اپنے وعدوں سے روگردان ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ علاوہ بریں مسلمانان ہندوستان کے نمایندہ کا امپیریل کانفرنس اور مجلس جنگ کے مباحث میں نہ شریک کیا جانا مسلمانوں کے اس احساس میں اضافہ کرتا ہے کہ اُنکے ساتھ لاپروائی برتی جا رہی ہے۔ یہ احساس اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مجلس صلح میں جہاں ایسے سوالات زیر بحث آئینگے۔ جن کا تعلق مسلمانوں کی موت وزیست سے ہے۔ ہمارا کوئی نمایندہ موجود نہ ہوگا۔ ایک غیر مسلم خواہ وہ ہمارا کیسا ہی ہمدرد اور دوست ہو اسلامی مسائل پر نہ اس وثوق کیساتھ زبان کھول سکتا ہے نہ اس جوش اور تیقن کے ساتھ بولنے کا دعوےٰ کرسکتا ہے جس کی کہ ایک مسلمان نمایندے سے اُمید ہو سکتی ہے۔

مذہبی آزادی

پھرا نتھا یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر یہ احساس ترقی کر رہا ہے کہ اُن کی اُس مذہبی آزادی میں مداخلت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جسکی ضمانت ۱۸۵۸ء کے اعلان شاہی میں دی گئی تھی۔ اور جو درحقیقت مسلمانانِ ہند اور تاج برطانیہ کے باہمی تعلقات کا سنگ بنیاد ہے۔

مساجد کے منتظمین پر اسیا گیا کہ زور ڈالنا کہ خطبوں سے خلیفۃ الرسولؐ کا نام خارج کر دیں۔ اور بعض لوگوں کا اس غرض سے دورہ کرنا کہ وہ اس مضمون کے ایک فتوے پر کہ باغی شریف مکہ درحقیقت مسلمانوں کا خلیفہ ہے دستخط کرانے کی کوشش کریں۔ وہ باتیں ہیں جن کو کوئی مسلمان نظر انداز نہیں کر سکتا۔
مسٹر **شوکت علی** اور اُنکے بھائی مسٹر **محمد علی** کی نظر بندی کا ابھی تک محض اسلیئے قائم رہنا کہ اُنھوں نے اُس تحریری اقرار نامہ میں جو محکمہ تحقیقات جرائم کے ڈائرکٹر جنرل نے اُنکو بھیجا تھا۔ ایک سطر کا اضافہ کر دیا تھا جس میں خدا کی اطاعت اور اسلام کی متابعت کے متعلق چند ضروری جملے لکھ دیئے تھے۔ ہمارے محسوسات کی تصدیق کرتا ہے۔ امن پسند اور اطاعت گزار رعایا کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم حکومت سے التجا کریں کہ وہ اس احساس کو لوگوں کے دلوں میں جاگزین نہ ہونے دے۔

ہندو مسلمانوں کا اتحاد

حضرات! ابھی تک میں نے صرف اُن تین مسائل کا ذکر کیا ہے جن کا

تعلق خالصتہً مسلمانوں سے ہو۔ لیکن اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ میں اپنے وطن
یعنی ہندوستان کے معاملات میں انتہائی دلچسپی نہیں رکھتا۔ حضرات!
بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی وہ اخوتِ اسلامی جو اُنکے اور تمام مسلمانوں کے
درمیان خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں رہتے ہوں رشتہ محبت قائم کرتی ہے
درحقیقت اُس وطن پرستی کے خلاف ہے جسکا تعلق صرف ہندوستان سے
ہے۔ میں نے بعض دوستوں کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ "ہندوستان کا
مسلمان جزیرہ نمائے گیلی پولی کی ایک انچ زمین بدلے سارے ہندوستان کو
قربان کردینے کیلئے تیار ہے"۔ حضرات! اس قسم کی باتوں سے جن کی تائید
واقعات ہرگز نہیں کرتے۔ حقائق کے چہرے کو مسخ کیا جاتا ہے۔ ہندوستان
کے ہر معرکے میں ہم اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں شانہ
بشانہ رہے ہیں۔ ہمارا سیاسی سطح نظر اب اہل ہنود کی سطح سے دور نہیں،
ہندو مسلمانوں کا وہ سمجھوتہ جس نے لکھنؤ میں عملی شکل اختیار کی تھی ہر سال
تقویت حاصل کرتا جاتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جتنا زمانہ گزرتا جائے گا
ہمارے باہمی مراسم بہتر ہوتے جائینگے۔ اور اگر اسوقت افتراق کے کچھ اسباب
موجود ہیں تو وہ بھی رفع ہوجائینگے۔ میرا غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ ایک سچا مسلمان
ہمیشہ سچا وطن پرست ہوگا۔ اگر ہم مسلمانانِ ٹرکی و ایران کے ساتھ ہمدردی کا
اظہار کرتے ہیں تو ساتھ ہی ہمارے طرزِ عمل نے ثابت کردیا ہے کہ ہم اپنے
اُن ہموطنوں کے حقوق کی حمایت کرنے میں جو غیر ممالک میں مقیم ہیں کسی سے
کم نہیں۔ وہ حق پرست یعنی احمد محمد کچالیہ ہندوستان ہی کا ایک
مسلمان تھا۔ جو جنوبی افریقہ میں عرصہ تک لڑتا اور آخر تک ہمارے حقوق
کے اُس شیر دل علمبردار مسٹر گاندھی کی جانشینی کا پورا حق ادا کرتا رہا۔ لیکن

جہاں ایک مسلمان دونوں قوموں کے متفقہ حقوق کے لیے لڑنے کو تیار ہے ، ہاں
وہ اس ملک میں بھی اپنی سیاسی حالت کو برقرار رکھنے کا عزم مصمم کر چکا ہے اور نہایت
استقلال کے ساتھ اپنے تمام جائز حقوق کی حفاظت کرے گا ۔ بے موقع نہ ہوگا
اگر اس جگہ کٹارپور کے اندوہناک واقعات کا ذکر کیا جائے ۔ جہاں ہنود نے
بے قصور اور صلح جو مسلمانوں کے ساتھ بغیر کسی اشتعال کے وحشیانہ سلوک کیا ہے
ان ہولناک واقعات کو پڑھکر جو صدمہ مجھے ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے ناراضگی
اور غصے کے جو جذبات ہم سب کے دلوں میں ہیں ۔ ان کا اظہار کرنے سے الفاظ قاصر
ہیں ۔ اس قسم کے واقعات دونوں قوموں کے تعلقات کو خراب کرتے ہیں
اور اس باہمی اتحاد کی بنیاد پر تیشہ چلاتے ہیں ۔ جس کے ہم سب آرزومند ہیں
میں اپنے ہندو بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسی موثر تدابیر اختیار کیا
کریں کہ آیندہ اس قسم کے افسوسناک حادثات کا سدباب ہو جائے ۔ حالات
کے ہر پہلو پر نظر کرنے کے بعد میرا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے لیے ضروری ہے
کہ وہ اپنا سیاسی مطمح نظر حاصل کرنے کے لیے ہنود کے ساتھ ملکر کام کریں تو یقیناً
ہنود بھی مسلمانوں سے جدا رہکر اپنی منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے ۔
رواداری نہ کہ انتقام ہم دونوں کا قومی اصول کار ہونا چاہیئے ۔

حق انتخاب حکومت

اس صورت حالات کا ذکر کرنے سے پہلے جو اس عالمگیر جنگ نے پیدا کر دی ہے
اپنی تقریر کو ختم کر دینا میرے لیے ناممکن ہے ۔ خون کے ان دریاؤں سے جو اس
خوفناک جنگ نے بہائے ہیں چند فیصلہ کن اصول پیدا ہوئے ہیں جن پر ایک نئی
اور بہتر دنیا کی بنیادیں رکھی جائیں گی ۔

سب سے پہلے جمہوریت امریکہ کے پریزیڈنٹ نے ان اصولوں کو پیش کیا اور اب دنیا کی تمام سربرآوردہ قوموں نے انکو قبول کر لیا ہے یہ اصول اکثر دہرائے جا چکے ہیں۔ اور بار بار انکی تشریح و توضیح کی جا چکی ہے تا آنکہ اب لوگوں کو یقین کامل ہو گیا ہے کہ ان کا نفاذ تمام دنیا پر یکساں ہوگا۔ اور وہ کسی ملک یا براعظم کی جغرافی حدود کے اندر محدود نہ رہیں گے۔ اور نہ انکی راہ میں نسل، رنگ اور قومیت کے تعصبات حائل ہونگے۔ میرے نزدیک صرف ایک ہی اصول کار ہے۔ جسکے اندر تمام نسل انسانی کی جائز خواہشات مرکوز ہیں۔ اور حضرات! یہ اصول کار حق انتخاب حکومت ہے۔

اگر ہر بڑی اور چھوٹی، کمزور اور طاقتور، آزاد اور محکوم، قوم کو کامل اختیار تمیزی دیا جائے کہ وہ جس طرح چاہے بلا شرکت غیرے اپنی حکومت قائم اور اپنے مستقبل کا فیصلہ کرلے تو یقیناً وہ اپنے مناسب حال حکومت اپنی مخصوص تہذیب اور اپنے مابہ الامتیاز تمدن کو خود ترقی دے سکیگی۔ صرف یہی ایک رستہ ہے جسپر قومیں آزادی کے ساتھ ارتقاء قومی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ سکتی ہیں۔ صرف یہی شرائط ہیں جنپر عمل کرنے سے دنیا کو اس قابل بنایا جا سکتا ہے کہ اسمیں قومیں عزت اور خودداری کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں جب دنیا کا تمدن اس اصول پر مبنی ہو تب ہی وہ وقت آئیگا کہ قوموں کے لئے "محکوم" ایک لفظ بے معنی ہوگا۔ قومی ہوس اور ملک گیری کی طمع کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہیگا۔ اور دنیا آزاد اور باہم ایک دوسرے پر اعتماد کرنے والی اور برادرانہ مراسم رکھنے والی قوموں کا ایک مجموعہ ہوگی جسمیں نسل انسانی کے عام مفاد کیلئے ہر قوم دوسری کا ہاتھ بٹائے گی۔

یہی وہ دلنواز نظام عالم ہے جسکے قیام کے لیے آسانیاں پیدا کرینگی

غرض سے ہندوستان نے اسقدر فیاضی کے ساتھ جان و مال سے مدد
کی تو پس اب کہ دنیا کے مستقبل کا قطعی فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے
حقوق کسی طرح نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ فرزندان ہند کا خون بحر اعظم
یورپ کی سرزمین پر ایشیا کے میدانوں اور افریقہ کے ریگستانوں میں اسلیے
نہیں بہایا گیا ہے کہ غیر قوموں کو آزادی دلائی جائے مگر اپنے پاؤں کی زنجیر و
گو گران تر کر دیا جائے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی تاریخ اور انکی روایات انکے
مطالبہ کی تائید کرتی ہیں کہ انکے حقوق کا عملی اعتراف کیا جائے۔ تاریخ عالم
اُس تاریک زمانہ میں جبکہ ہنوز یونان و روما بھی تہذیب و تمدن کی روشنی سے
مستفیض نہ ہوئے تھے ہنود کی متمدن زندگی اور انکی جمہوریت دیہاتی
پنچایتوں کی صورت میں ظاہر ہو رہی تھی۔ ہندوستان کے عہد اول میں
صناعوں، دستکاروں، اور تجارت پیشہ لوگوں کی انجمنوں اور اُن آئینی
حدود کو دیکھنے کے بعد جن سے حاکموں کے اختیارات محدود کیے جاتے
تھے۔ اور جن کا ذکر ہندوستان کی قدیم کتابوں میں موجود ہے۔ اس امر میں
کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ تاریخ عالم کے اُس ابتدائی زمانہ میں بھی سرزمین
ہند پر آزادی کا معیار اسقدر بلند ہو گیا تھا کہ آج اہل ہند کو جمہوریت کا پیشرو
کہا جا سکتا ہے +

اسی طرح اسلام کا اصل اصول جوہر حقیقی اور روح رواں جمہوریت ہے
جب میدان عرفات میں لاکھوں حجاج امیر و غریب، شاہ و رعایا، آقا و غلام
کے تمام دنیاوی امتیاز کو برطرف کر کے ایک ہی لباس میں ننگے سر اور برہنہ
پا جمع ہوتے ہیں تو مساوات و اخوت کا وہ منظر دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا
خدا نے اپنے پیغمبر (روحی فداہ) کی زبان سے جس صاف اور با اثر طریقہ پر ہم کو

مساوات کی تعلیم دلائی ہے اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ خود رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وہ اپنی برگزیدہ ذات اور اپنے وجود مسعود کو عامۃ الناس کے ہم مرتبہ بتادیں۔ ارشاد ہوا کہ :-

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف ع ۱۲)

ترجمہ "اے پیغمبر! کہدو کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں"

قطع نظر اس مساوات کے جو مذہبی معاملات میں لازمی قرار دیگئی ہے اسلام کے تمام معاشرتی اور سیاسی نظام عمل پر بھی حریت و مساوات کی روح اسی طرح حاوی ہے۔ تاریخ کے پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ اس سب سے بزرگ تر خلیفہ اسلام حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں ایک غریب نا چیز مسلمان بھی آزادی کے ساتھ اور بے خوف و ہراس خلیفہ اسلام کے اعمال پر نکتہ چینی کر سکتا تھا۔ ایک مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ اگر میں شریعت حقہ کے مطابق حکومت نہ کروں تو تم کیا کروگے۔ ریگستان کا رہنے والا ایک معمولی بدو جسکے اندر اسلام کی سچی روح موجود تھی تلوار کھینچ کر اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے عمرؓ! اگر تم غلط چلوگے تو میں اپنی تلوار سے تم کو راہ راست پر لاؤنگا۔ حضرات! حریت اسلامی کی یہ تنہا مثال نہیں ہے اسلامی تاریخ کو دیکھئے تو وہ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس سرزمین ہندوستان پر دونوں قومیں اپنی روایات کو بھولی نہیں ہیں۔ اور گو کہ زمانہ کے انقلابات نے انکی قدرتی طاقتوں کو جو انکے اندر ودیعت کی گئی ہیں کمزور کر دیا ہو۔ لیکن یقین جانئے کہ اگر انکو ترقی کرنے کے مواقع دئیے جائیں تو وہ پھر اپنی گزشتہ عظمت کو آسانی حاصل کر سکتی ہیں۔

حضرات! اگر آئرلینڈ باوجود اس معاندانہ رویہ کے جسکو دوران جنگ

میں بھی قائم رہا "غصب کردہ اقتدار حاکمانہ" کا دلچسپ اصول پیش کرکے انگلستان کے وزراء کو حکومت خود اختیاری دینے پر مجبور کرسکتا ہے، اگر انگلستان اور اسکے حلیف اہل پولینڈ، زیکو سلاف قوم، اور بلقان کی مصنوعی "مخلوط اور بے حیثیت قوموں کے حقوق کی حمایت کرسکتے ہیں۔ اگر سلطنت آرمینیا کی بیجان لاش میں روح پھونکنے کی تجویز پیش ہے اور اگر منتشر اور خانہ بدوش بنی اسرائیل کو از سر نو پیدا ہونے اس کے آغوش میں جگہ دی جانے والی ہے، تو پھر عدل انصاف سیاسی راستبازی اور ان سلسلہ اصولوں کی پابندی جنکی اشاعت یورپ اور امریکہ کے مدبرین کرتے رہے ہیں۔ اس امر کی متقاضی ہے کہ ہندوستان بھی اپنے اس پیدائشی حق سے کہ وہ خود اپنے مستقبل کا تصفیہ اور اپنی قسمت کا فیصلہ کرے ہرگز محروم نہیں کیا جاسکتا۔

اگر ہندوستان کے مطالبات پورے نہ کیے گئے تو اہل ہند اپنے نقطۂ نظر سے سوائے اسکے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جہاں تک انکا تعلق ہے۔ یہ جنگ فضول اور بے سود ثابت ہوئی +